سعید مجتبیٰ السعیدی
کلیۃ الحدیث - الجامعۃ الاسلامیۃ
المدینۃ المنورۃ

قسط ۲
آخری

معالم المدینۃ المنورۃ

مسجد الفتح: غزوۂ خندق کے دوران ایک مقام پر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم متواتر تین روز تک فتح کی دعا مانگتے رہے حتیٰ کہ دعا قبول ہوگئی اور دشمن شکست کھاکر بھاگ گیا۔

جس جگہ دعا مانگی گئی تھی وہاں مسجد تعمیر کی گئی ہے جو مسجد الفتح کے نام سے موسوم ہے۔ مسند الامام احمد بن حنبل میں حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے:

"اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ دَعَا رَبَّہٗ فِیْ مَسْجِدِ الْفَتْحِ ثَلٰثَ مَرّٰتٍ وَفِی الثَّالِثَۃِ اُسْتُجِیْبَ لَہٗ فَعُرِفَ الْبِشْرُ فِیْ وَجْہِہٖ۔"

یہ مسجد مدینہ منورہ کے مغرب میں جبلِ سلع کے اوپر واقع ہے۔ مسجد کا طول تقریباً ۸ میٹر اور عرض تقریباً تین میٹر اور بلندی بھی تقریباً تین میٹر ہے۔ اس مسجد کو مسجد الفتح اور المسجد الاعلیٰ بھی کہا جاتا ہے۔

مساجدِ سبعہ:

مسجد الفتح کے قریب ہی چند مساجد بعض صحابہ کرامؓ کے نام سے مشہور ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ یہ صحابہ کرامؓ غزوۂ خندق کے دوران انہی مقامات پر رات کو قیام کرتے تھے۔ مگر تاریخی طور پر یہ بات ثابت نہیں اور اس حیثیت سے ان مساجد کو صحابہ کرام رضؓ کی طرف منسوب کرنا خلافِ واقعہ ہے۔

مسجد القبلتین: ہجرت کے پہلے سال مسلمان بیت المقدس کی طرف متوجہ ہو کر نماز ادا

کیا کرتے تھے مگر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دلی طور پر چاہتے تھے کہ مسلمانوں کا قبلہ بیت اللہ ہونا چاہیے۔ چنانچہ ہجرت کے دوسرے سال یہ آیت نازل ہوئی:

"فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضٰىهَا فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ" (البقرۃ)

اس آیتِ کریمہ کے نازل ہونے کے بعد بیت اللہ کو مسلمانوں کا قبلہ قرار دے دیا گیا۔

جس روز یہ آیت نازل ہوئی بنو سلمہ کے ایک شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں ظہر کی نماز ادا کی۔ نماز کے بعد جب وہ شخص اپنے قبیلہ میں واپس گیا تو عصر کا وقت تھا اور لوگ بیت المقدس کی طرف منہ کر کے عصر کی نماز ادا کر رہے تھے کیونکہ انہیں تحویلِ قبلہ کی اطلاع نہ ملی تھی آنے والے نے ان کو قبلہ کی تبدیلی کی اطلاع دی تو نمازیوں نے نماز کے دوران ہی اپنا رخ بیت اللہ کی طرف کر لیا اور نماز مکمل کی۔ چونکہ اس مسجد میں ایک نماز دو قبلوں کی طرف منہ کر کے ادا کی گئی اس لیے اس مسجد کا نام مسجد القبلتین پڑ گیا۔

یہ مسجد آج بھی مدینہ منورہ کے شمال مغرب میں موجود ہے۔

مسجد الغمامہ

احادیث میں آتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عادت مبارکہ تھی کہ صلوٰۃ العید اور صلوٰۃ الاستسقاء وغیرہ شہر سے باہر ادا کرتے تھے۔

یہ جگہ مسجدِ نبوی کے قریب ہی جنوب مغرب میں واقع ہے یہاں مسجد تعمیر کی گئی ہے، جسے مسجد الغمامہ کہا جاتا ہے۔

علامہ سمہودی نے "وفاء الوفاء" میں ذکر کیا ہے کہ سب سے پہلے خلیفۃ المسلمین حضرت عمر بن عبد العزیزؒ کے دور میں یہاں مسجد تعمیر ہوئی۔

مسجد کا طول تقریباً ۲۶ میٹر، عرض تقریباً ۱۳ میٹر اور بلندی تقریباً ۱۲ میٹر ہے۔

صاحب "مرآۃ الحرمین" کی تصریح کے مطابق مسجد نبوی اور مسجد الغمامہ کے درمیان ایک ہزار ذراع (یعنی نصف کیلو میٹر تقریباً) کا فاصلہ ہے لیکن اب مسجد نبوی کی توسیع کے بعد یہ فاصلہ بہت کم رہ گیا ہے۔

جنت البقیع: مسجد نبوی کی مشرق کی جانب میں ایک قبرستان ہے جو جنت البقیع

کے نام سے معروف ہے، اس کا ذکر تورات میں بھی آیا ہے۔

۱۔ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بقیع کی زیارت کے لیے اکثر تشریف لے جایا کرتے اور اہلِ بقیع کے لیے دعا فرماتے۔ سنن نسائی اور صحیح مسلم میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی ایک حدیث میں ہے:

"اِنَّ جِبْرِيْلَ قَالَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اِنَّ رَبَّكَ يَاْمُرُكَ اَنْ تَاْتِيَ اَهْلَ الْبَقِيْعِ فَتَسْتَغْفِرَ لَهُمْ"

کہ "حضرت جبریلؑ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ آپ کے رب کا حکم ہے کہ آپ بقیع میں جاکر ان لوگوں کے لیے مغفرت کی دُعا کریں جو وہاں مدفون ہیں۔"

۲۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میری باری کے دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم رات کے آخری حصہ میں بقیع جاتے اور اہلِ بقیع کے لیے دعا کرتے۔"

(صحیح مسلم)

۳۔ امّ قیس بنت محصن رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ "مجھے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مخاطب کرکے فرمایا کہ:

"اس قبرستان سے ستر ہزار انسان اٹھیں گے جن کے چہرے چودھویں کے چاند کی مانند روشن ہوں گے اور وہ سب کے سب بلاحساب جنت میں داخل ہوں گے۔"

ایک شخص نے کہا، "یارسول اللہ اور میں"؟ آپؐ نے جواب دیا: "تو بھی (انہیں میں سے ہوگا)!" پھر ایک دوسرا آدمی کھڑا ہوا اور اپنے لیے دعا کی درخواست کی تو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

"سَبَقَكَ بِهَا عُكَّاشَةُ!" کہ "عکاشہ تجھ پر سبقت لے گیا۔"

(منحة المعبود حدیث نمبر ۲۷۳۸۔ رواہ مسلم بالاختصار ولیس فیہ ذکر البقیع)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحبزادے، صاحبزادیاں اور امہات المومنینؓ بجز حضرت خدیجہؓ کے کہ وہ مکہ میں، اور سوائے حضرت میمونہؓ کے کہ وہ سرف میں، یہیں مدفون ہیں۔

صاحب ثمرات الحرمین نے لکھا ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے تقریباً دس ہزار صحابہ کرامؓ اسی قبرستان میں مدفون ہوئے۔ ان میں سے بعض کے نام یہ ہیں۔

حضرت عبد الرحمٰن بن عوف، عبد اللہ بن مسعود، سعد بن ابی وقاص، الحسن بن علیؓ عباس بن عبد المطلب، ابو سعید الخدری، عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔

شیخ علی حافظ نے اپنی کتاب میں لکھا ہے کہ انصار میں سب سے پہلے اسعد بن زرارہ اور مہاجرین میں سب سے پہلے عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہما یہاں مدفون ہوئے۔

بئر اریس : مسجد قبا سے مغرب کی جانب میں تقریباً چالیس میٹر کے فاصلہ پر ایک کنواں تھا جو تاریخ میں بئر اریس کے نام سے معروف ہے۔

صحیحین میں حضرت ابو موسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس کنویں کی دیوار پر کنویں میں پاؤں لٹکا کر تشریف فرما تھے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ آئے، انہیں جنت کی خوشخبری دی گئی اور وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دائیں جانب کنویں میں پاؤں لٹکا کر دیوار پر بیٹھ گئے۔

پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ آئے انھیں بھی جنت کی خوشخبری دی گئی اور وہ بھی اسیطرح آکر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بائیں جانب بیٹھ گئے۔

پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ آئے، انہیں بھی جنت کی خوشخبری دی گئی اور وہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے اسی حالت میں دیوار پر بیٹھ گئے۔ (مختصراً)

اسی کنویں کو بئر الخاتم بھی کہا جاتا ہے۔ اس کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک انگوٹھی تھی جس پر تین سطروں میں "محمد رسول اللہ" لکھا ہوا تھا اور اس سے مہر کا کام لیا جاتا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد یہ انگوٹھی حضرت ابو بکرؓ کے پاس رہی ان کے بعد حضرت عمرؓ کے پاس اور ان کے بعد حضرت عثمانؓ کو ملی۔

حضرت عثمانؓ کی خلافت کا چھٹا سال تھا، ایک دفعہ آپؓ اس کنویں کی دیوار پر آکر بیٹھے اور انگوٹھی اتار کر ہاتھ میں پکڑ لی۔ اتفاقاً انگوٹھی کنویں میں جا پڑی۔ تین روز تک کنویں کا پانی نکال کر انگوٹھی تلاش کی جاتی رہی مگر تلاش بسیار کے باوجود نہ مل سکی۔

(صحیح البخاری باب ھل یجعل نقش الخاتم ثلثۃ اسطر)

بئر بضاعۃ : اس کنویں کا ذکر بھی حدیث کی کتابوں میں ملتا ہے آں حضرت

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانہ میں یہ کنواں مدینہ کے شمال میں واقع تھا۔ نشیب میں واقع ہونے کی وجہ سے ہوا اور بارش کے پانی کے ذریعہ شہر کی گندگی کنوئیں میں جا پڑتی۔ صحابہ کرام رضؓ نے اس کے پانی کی طہارت کے متعلق دریافت کیا تو آپؐ نے فرمایا:

"اَلْمَاءُ طَهُوْرٌ لَا يُنَجِّسُهٗ شَيْءٌ"

کہ "پانی پاک ہے اسے کوئی چیز پلید نہیں کرتی"

ابن ماجہ کی روایت میں یہ لفظ بھی ہیں:

"اِلَّا مَا غَلَبَ عَلٰى رِيْحِهٖ اَوْ طَعْمِهٖ اَوْ لَوْنِهٖ!"

"یعنی جب تک پانی کا رنگ، ذائقہ یا ہوا نہ بدلے!"

اس کنوئیں کے آثار اب بھی موجود ہیں اور مدرسہ ابی بن کعب لتحفیظ القرآن کے احاطہ میں ہے۔

بئر رومہ۔ بئر عثمان:

مدینہ منورہ کے شمال کی جانب تقریباً ایک گھنٹہ کی مسافت پر یہ کنواں موجود ہے۔ مدینہ کا پانی پینے کے قابل نہ تھا اور اس کنوئیں کا پانی شیریں تھا، اس پر ایک یہودی کا قبضہ تھا جو مسلمانوں کو مہنگے داموں پانی فروخت کرتا۔

اس وجہ سے مسلمان بہت تنگ تھے۔ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، "جو آدمی یہ کنواں خرید کر مسلمانوں کے لیے وقف کرے، میں اس کے لیے جنت میں اس سے بہتر کی ضمانت دیتا ہوں۔" حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہودی سے کنواں خریدنے کی بات کی تو اس نے نصف حصہ بیچنے پر رضامندی کا اظہار کیا اور حضرت عثمانؓ نے نصف حصہ بارہ ہزار درہم میں خرید لیا۔ حصہ کے مطابق ایک دن کنوئیں پر یہودی کا قبضہ ہوتا اور ایک دن حضرت عثمانؓ کی باری ہوتی۔

حضرت عثمانؓ کی طرف سے کنواں مسلمانوں کے لیے وقف تھا اس لیے ان کی باری کے دن مسلمان اپنے دو دنوں کی ضرورت کا پانی جمع کر لیتے تاکہ دوسرے روز خریدنا نہ پڑے۔ یہودی اپنی باری کے دن ہاتھ پر ہاتھ رکھے بیٹھا رہتا اور کوئی مسلمان پانی خریدنے نہ جاتا۔ اس کا کاروبار ٹھپ ہو چکا تھا اس نے باقی نصف حصہ بھی حضرت عثمانؓ کے ہاتھ آٹھ ہزار درہم میں فروخت کر دیا۔

یہ کنواں حضرت عثمانؓ نے مسلمانوں کے لیے وقف کر دیا تھا تقریباً دس ہزار میں ۔ ان کی زندگی کے آخری دنوں میں ظالم لوگوں نے انھیں اس کنویں کے پانی سے محروم کر دیا۔ (انا للہ وانا الیہ راجعون) اس کنویں کا نام بئر رومہ تھا اور بئر عثمان بھی اسے کہتے ہیں۔ یہ کنواں مسجد القبلتین سے بجانب شمال تقریباً ایک کیلومیٹر کے فاصلہ پر واقع ہے اور اس کے آثار موجود ہیں۔

سقیفہ بنی ساعدہ:

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رحلت کے بعد مسلمانوں کا سب سے پہلا، عظیم اور اہم اجتماع سقیفہ بنی ساعدہ میں ہوا جہاں انصار اور مہاجرین کی اکثریت نے متفقہ طور پر حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیعت کر کے انہیں مسلمانوں کا خلیفہ تسلیم کیا۔ اس جگہ آج کل ایک باغیچہ ہے۔

شعر و ادب

مولانا عبدالرحمٰن عاجزؔ

مجھے خاکِ پاکِ حرم چاہیے!

دِل اندوہ گیں، آنکھیں نم چاہیے! ——— مجھے دولتِ درد و غم چاہیے!
قدم جن کے پہنچے سرِ آسماں ——— مجھے اُن کا نقشِ قدم چاہیے
یہ توہینِ دیں، اور ترے سامنے؟ ——— بدن میں ترے کچھ تو دم چاہیے
گنہ گار ہُوں میں سیہ کار ہُوں ——— مجھے اک نگاہِ کرم چاہیے
نہ گھر کی تمنا نہ زر کی طلب ——— مجھے تُو ہی تیری قسم! چاہیے
تُو افکارِ دُنیا میں مدہوش ہے ——— تجھے فکرِ راہِ عدم چاہیے
میرے چشمِ دل کب سے بے نُور ہیں ——— مجھے خاکِ پاکِ حرم چاہیے
مسلماں کوئی ہو کہیں ہو مقیم ——— مگر ارتباطِ بہم چاہیے!
ترے جاں نثاروں میں میرے کریم ——— مرا نام بھی تو رقم چاہیے
ترا نام جس سے پڑھوں اور لکھوں ——— مجھے وُہ زبان وُہ قلم چاہیے

مراتب یہ جس در سے عاجزؔ ملیں
ترا سر اُسی در پہ خم چاہیے